عورت اور مرد

اس کائنات کو تخلیق کرنے والے نے اپنی تمام تخلیقات کا طرہء امتیاز جس مخلوق کو بنایا ہے وہ آدم اور اسکی اولاد ہے۔ آدم کی تخلیق کے بعد خالق نے اُسی آدم کے جسم میں سے اسی کی طرح کا ایک اور وجود پیدا کیا جسے ہم عام زبان میں عورت کا نام دیتے ہیں۔ ان دونوں انسانوں میں تخلیق کے اعتبار سے کچھ فرق خالقِ نے یوں پیدا کیا کہ ان دونوں کے ملاپ اور تعاون سے دنیا کا پورا کارخانہء حیات اپنے وہ تمام امور سرانجام دیتا ہے جو خالق نے ان کے ذمے لگائے ہیں۔ یوں یہ مرد اور عورت ایک دوسرے پر انحصار کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی مدد کے محتاج بھی رہتے ہیں۔ لیکن علمی ترقی کے اس دور میں مرد اور عورت کے اس باہمی تعلق اور معاشرے میں انکی اہمیّت کے بارے میں کچھ ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہو گیا ہے کہ مرد اور عورت میں سے کون زیادہ فضیلت کا مستحق ہے۔ اگر معاشرے کی تشکیل کے ارتقائی عمل کو مدِ نظر رکھ کر اس سوال پر غور کیا جائے تو یہ بات بہت آسانی سے سمجھ آجاتی ہے کہ معاشرے کی تشکیل جس خاندان کے ذریعے ہوتی ہے اس میں مرد اور عورت دونوں اسطرح سے لازم و ملزوم ہوتے ہیں کہ کسی ایک کی فضیلت اور دوسرے کی کمتری کا سوال بجائے خود ایک بے مقصد سوال بن جاتا ہے۔ خالق حقیقی نے جب آدم کے جسم سے اس کا جوڑا پیدا کیا تو دنیا کے نظام کو چلانے کیلئے اس جوڑے میں سے ہر ایک کو کچھ امتیازی صلاحیّتیں عطا کیں اور اس بنا پر دونوں اپنے اپنے دائرہ عمل میں اپنے اپنے امور سرانجام دیتے ہیں۔ ایک دائرہ کار میں ایک زوج جو کام کر سکتا ہے وہ دوسرا نہیں کر سکتا اور اسی طرح دوسرے دائرہ کار میں دوسرا جو کام کر سکتا ہے وہ پہلا نہیں کر سکتا۔ ہاں البتہ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ اگر معیار صرف انسانی طاقت یعنی محض ہارس پاور کو قرار دیا جائے تو اس ایک بنا پر مرد عورت سے زیادہ ہارس پاور رکھتا ہے۔ لیکن جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ معاشرے میں فضیلت کا معیار محض ہارس پاور کو قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ دینِ فطرت میں دونوں جنسوں کی استعدادِ کار کے مطابق انکے درجات کا خیال رکھا جاتا ہے۔ البتہ چونکہ خاندان بھی ایک تنظیم (آرگنائزیشن) کی طرح ہوتا ہے اس لئے اسکے ایک سربراہ کا تعیّن ضروری ہے اور اس مقصد کیلئے مرد کو اسکی کچھ صلاحیّتوں کی بنا پر یہ سربراہی عطا کی گئی ہے۔ دوسری صورت ایک ہی ہو سکتی ہے کہ یہ سربراہی عورت کو دی جائے لیکن اس کے جو نتائج پیدا ہو سکتے ہیں وہ ایک لمبی بحث کے متقاضی ہیں۔

اسلام کی تعلیمات کے مطابق عورت کو اسلامی معاشرے میں جو فضیلتیں اور حقوق حاصل ہیں انکی نظیر کسی اور مذہب یا سوسائٹی میں نہیں ملتی۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنے آخری اور اہم خطبہ میں رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ (اے مرد حضرات!) عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔ تم نے انکو اللہ کی ضمانت پر حاصل کیا ہے۔ تمہیں تمہاری بیویوں پر کچھ حقوق حاصل ہیں اور تمہاری بیویوں کو تم پر کچھ حقوق حاصل ہیں۔۔۔ ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم انکو انکے شایانِ شان کپڑے اور کھانا مہیّا کرو۔

رسول اللہ نے ایک بار فرمایا کہ مرد پر سب سے زیادہ حق اسکی ماں کا ہے۔ ایک اور حدیث میں یہ حق باپ کے مقابلے میں تین گنا زیادہ بتایا۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا کہ جنت ماں کے قدموں کی نیچے ہے۔ عورتوں کے بارے میں دورِ جہالت کی انسانیت سوز رسومات کو ختم کیا۔

اور بیٹیوں کو مارنے کی ممانعت فرمائی۔ بلکہ بیٹیوں کو اللہ کی رحمت قرار دیا اور فرمایا کہ جس شخص کو بیٹیوں کی (تربیت اور پرورش) کی وجہ سے معمولی سی تکلیف بھی اٹھانی پڑی تو یہ بیٹیاں اسکے لئے جہنم سے نجات کا ذریعہ ہونگی۔ (صحیح بخاری ۱۴۱۸) کتنی عظیم فضیلت ہے جو کہ بیٹے کے بارے میں نہیں ہے۔

علم کے حصول کے لئے عورت اور مرد کو مکمل برابری حاصل ہے اور علم کا حصول دونوں پر یکساں درجے میں فرض ہے۔علم کا حصول چونکہ انسانی شرف اور عزت کا باعث بنتا ہے اس لئے اس کو عورت پر بھی فرض کیا گیا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کی سورت الزمر میں ارشاد فرماتا ہے کہ: کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟ اس بات سے یہ مطلب نکالنا عین عقلی بات ہوگی کہ ایک عالمہ عورت ایک جاہل مرد سے زیادہ فضیلت کی حقدار ہے۔قدیم یونانی اور رومی تہذیبوں کے برعکس اسلام میں بالغ ہونے پر بیٹیوں کی شادی انکی مرضی سے مشروط کی گئی ہے تاکہ نکاح کا مقدس رشتہ اور اسکے نتیجے میں بننے والا گھر پیار اور محبت کی بنیاد پر قائم ہو اور معاشرے میں مضبوطی کا باعث بنے۔

معاشرے میں موجود شر پسند مردوں سے عورت کی عزت کو جو خطرات لاحق ہوتے ہیں ان سے تحفظ دینے کیلئے مردوں کو عورت کے سامنے اپنی نظروں کو نیچا رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور عورتوں کو خود کو پردے میں رکھنے اور ایسے انداز تکلّم سے احتراز کرنے کا کہا گیا ہے جس سے نامحرم مرد عورتوں کی پاکدامنی کے بارے میں شک کریں۔عورتوں پر بہتان لگانے کی اتنی سخت سزا کا حکم دیا گیا کہ جس کی کسی اور معاشرے میں مثال نہیں ملتی یعنی کہ اسّی کوڑے۔اسی طرح عورت کے خلاف زنا بالجبر کا جرم کرنے والے مرد کو بھی شدید ترین سزاوں کا حقدار قرار دیا ہے جن میں سنگسار کر دینے کی سزا تک شامل ہے۔

زمانہء جاہلیّت میں عرب کے مرد جس طرح اپنی بیویوں کو بار بار طلاق دیکر انکی عدّت ختم ہونے سے پہلے ان سے دوبارہ رجوع کر لیتے تھے اور لاتعداد مرتبہ طلاقیں دیکر اور رجوع کر کے ان بیویوں کو ذلیل وخوار کرتے تھے اور کسی دوسرے مرد سے شادی کرنے کیلئے انہیں آزاد نہیں کرتے تھے تو اسلام نے اس طریقہء واردات کا خاتمہ کر دیا اور طلاق کے بعد بیوی کو عدّت کی مدت کے ختم ہونے سے پہلے ان سے رجوع کرنے کی تعداد صرف دو طلاقوں تک محدود کر دی اور تیسری طلاق پر عورت کو اس مرد سے ہمیشہ کیلئے آزادی اور کسی دوسرے مرد سے شادی کی اجازت عطا کر دی جبکہ پہلی ایک یا دو طلاقوں کی عدّت کی مدت مطلقہ بیوی کو اپنے گھر ٹھہرانے کا شوہر کو پابند بنایا۔ اسی طرح اگر عورت کسی جائز وجہ سے اپنے شوہر سے علیٰحدگی چاہے تو اسکو خلع کا حق دیدیا گیا ہے۔امام احمد بن حنبلؒ کی ایک روایت کے مطابق سہل بن ابی حثمہ نے بیان کیا کہ حبیبہ بنت سہل جو کہ ثابت بن قیس کی زوجہ تھی نے آنحضورؐ کے پاس آکر اپنے شوہر سے خلع کروانے کی استدعا کی۔آپؐ نے وجہ پوچھی تو اس نے اپنے شوہر کو ناپسند کرنے کی وجہ بتائی اور آپؐ نے محض اس وجہ پر اسکی خلع کروادی۔

معاشرتی حقوق کے علاوہ اسلام نے عورت کو مالی حقوق بھی باقی تمام معاشروں سے زیادہ عطا کئے ہیں۔یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ محمدؐ وہ پہلے رہنما ہیں جنہوں نے آج سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے عورت کو اپنے باپ اور شوہر کے ترکہ میں سے باقاعدہ حصّہ دلوایا۔ اسلام میں مرحوم باپ کی جائیداد میں سے بیٹے کی نسبت بیٹی کو آدھا حصہ دیا جاتا ہے۔اسی طرح اپنے شوہر کے انتقال کے بعد اسکی بیوی اسکی

جائیداد میں سے ایک بٹا آٹھ حصہ لینے کی حقدار ہوتی ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ شادی کی صورت میں گھر کا سارا خرچہ مرد یعنی کہ گھر کے سربراہ کی ذمہ واری ہے جبکہ اسکی بیوی مالدار ہونے کے باوجود بھی گھر کے تمام خرچے سے آزاد ہے بلکہ اس کا اپنا تمام خرچہ بھی اسکے شوہر کی ذمہ داری ہے۔ یوں عورت کو گھر کے اخراجات پورے کرنے کیلئے نوکری کرنے اور مشقت کرنے کی بجائے اسکا گھر پر رہ کر گھریلو انتظامات کا آسان کام اسکے لئے منتخب کیا ہے۔ البتہ وہ ضرورت کے تحت اپنے گھر والوں کی اتفاق رائے سے اپنے گھر سے باہر کی نوکری یا کاروبار وغیرہ کر سکتی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ خود رسولِ خدا کی اپنی زوجہ حضرت خدیجہؓ مکہ کی ایک کامیاب تاجر خاتون تھیں۔ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ اور کئی دیگر خواتین اسلامی انقلاب کی تحریک میں فعال کردار ادا کرنے کے علاوہ معاشی میدان میں بھی اپنا کردار ادا کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ عورت گھر کے انتظام کو خطرے میں ڈالے بغیر سیاست میں حصہ لے سکتی ہے، اپنی صلاحیتوں کو بڑھانے کیلئے تعلیمی اداروں میں یا تربیتی اداروں میں داخلہ لے سکتی ہے اور اسلامی شعار کا خیال رکھتے ہوئے روزگار سے وابستہ کاموں میں شرکت کر سکتی ہے۔ اسلام کے اولین دور میں عورتیں تیراندازی اور تلوار بازی سیکھا کرتی تھیں اور ضرورت پڑنے پر جنگوں تک میں حصہ لیا کرتی تھیں۔ حضرت خولہ بنتِ ازور نے تنِ تنہا رومی فوجیوں کے ایک دستے پر حملہ کر کے اپنے بھائی کو انکے ہاتھوں سے چھڑایا تھا۔ جنگِ اجنادین میں مسلمان تین بار میدانِ جنگ سے واپس پلٹ کر آنے لگے اور تینوں بار خیموں میں موجود عورتوں نے انکو واپس میدانِ جنگ کی طرف جانے پر مجبور کر دیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ انتہائی گھمسان کی جنگ مسلمانوں نے جیتی ہی اپنی عورتوں کو حوصلہ دلانے اور غیرت دلانے کی وجہ سے تھی تو بے جا نہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ ان تمام امور میں جو معاشی فوائد ہوتے ہیں وہ عورتوں تک بھی پہنچتے تھے۔

اسلام عورت کو جو معاشرتی اور معاشی حقوق فراہم کرتا ہے اسکی مثال کسی اور سماج یا مذہبی نظریئے میں نہیں ملتی۔ اسلامی معاشرے میں عورت ہمیں میدانِ جنگ سے ایوانِ سیاست تک، قانون سازی سے لیکر فقہ اور علم کی مجلسوں تک، اور کھیت اور باغ سے لیکر بازارِ تجارت تک غرض کہ زندگی کے ہر شعبے میں اپنا بھرپور کردار ادا کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ وہ خاندان کا وہ دوسرا ستون ہے جس کے بغیر گھر کی عمارت کھڑی نہیں رہ سکتی، وہ دو پہیوں والی گاڑی کا وہ دوسرا پہیہ ہے جس کے بغیر کوئی گاڑی نہیں چل سکتی، وہ معاشرے کی وہ اکائی ہے جس کے بغیر کسی معاشرے کا ترقی کرنا بلکہ قائم رہنا ممکن نہیں۔ اور اسی لئے اسلام عورت کی عزت، حفاظت، اور ترقی کیلئے بہترین رہنمائی فراہم کرتا ہے۔